© rasailojaraid.com

زار بار قرآن مجید کیسے ختم ہو سکتا ہے۔ شرافت صاحب کو چاہئے تھا کہ روایت کو درایت پر پرکھتے، بجز نقل کرتے۔ انھوں نے شریف التواریخ کو الموضاعات الکبیر بنا دیا ہے۔ ص۵۰۵ پر مرقوم ہے کہ شیخ ابوالحسن علی الاصفہانی بیس روزہ کے بعد روزہ افطار کیا کرتے تھے۔ اس سے قبل وہ ایک صوفی کا واقعہ نقل کر چکے ہیں جو سیب سونگھ کر گذارا کر لیا کرتے تھے۔

شرافت صاحب ص۵۰۷ پر لکھتے ہیں کہ حضرت جنید کی میت کو غسل دیتے وقت غسال نے چاہا کہ ان کی آنکھوں کو کھول کر دھوئے، تو غیب سے آواز آئی کہ اپنے ہاتھ ہمارے دوست کی آنکھوں سے دور رکھو۔ یہ آنکھیں ہمارے دیدار کے بغیر وا نہ ہوں گی۔ جب ان کا جنازہ اٹھا تو ایک سفید کبوتر جنازہ پر بیٹھ گیا۔ جب لوگوں نے اسے اڑانے کی کوشش کی تو اس نے کہا کہ میرے پنجے جنازہ کے گوشے پر جڑے ہوتے ہیں، تم جنازہ اٹھانے کی زحمت نہ کرو، اس کا جنازہ فرشتے اٹھاتے لیے جاتے ہیں اگر تمہاری زحمت اور رغوغا کا اندیشہ نہ ہوتا تو ان کا کالبد باز سفید کی طرح ہوا میں اڑ جاتا۔ مجھے یہاں رہ رہ کر شہدائے احد کا خیال آتا ہے جنہیں غسل و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔ جن کے پاؤں گھاس سے ڈھانپے گئے۔

شرافت صاحب ص۵۸۶ پر لکھتے ہیں کہ حضرت ابوبکر شبلیؒ نے جب مجاہدہ شروع کیا تو رات کو آنکھوں میں نمک پیس کر ڈالا کرتے تھے تاکہ نیند نہ آئے اور انھوں نے سات من نمک تازمانہ مجاہدہ آنکھوں میں ڈالا۔ یہ روایت کسی تبصرہ کی محتاج نہیں۔ اس سے اگلے صفحہ پر انھوں نے سید الطائفہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ "شبلی عین اللہ ہے درمیان خلق کے"۔ شریف التواریخ کے مطالعہ سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ ہندوؤں کی طرح بعض صوفیاء بھی اس بات کے قائل تھے کہ اللہ تعالیٰ کبھی کبھی انسان کا روپ دھار کر آجاتا ہے۔ وحدت الوجود کی تو بات ہی دوسری ہے، وہاں تو دوئی کا تصور ہی نہیں ہے۔ ہمارے یہاں ان دنوں عزیز میاں قوال کی ایک قوالی بڑی مقبول ہے جس کا پہلا بول ہے:

ترسٹھ سال مکے میں رہا پھر بھی نہ پہچانا　　　کون ہے رام اور کون ہے بندہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شیخ ابوطالب المکی کی تصنیف کا نام قوۃ القلوب ہے۔ شرافت صاحب نے اسے تصحیف کے ساتھ قوّۃ القلوب لکھا ہے، جو صحیح نہیں۔ اس کتاب کی کتابت چونکہ انھوں نے خود ہی کی ہے اسلئے اسے کاتب کی فروگذاشت نہیں کہا جاسکتا۔

طرطوس شام کا ایک ساحلی مقام ہے۔ شرافت صاحب نے ص۶۲۳ پر اسے اندلس کا ایک پُر رونق شہر بتایا ہے۔ اسی طرح بلادِ دیلم کو انھوں نے ص۶۲۹ پر بلادیلم لکھا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں کہ وہ ایک سال صرف پانی پی کر گذارہ کیا کرتے تھے اور ایک سال بالکل کچھ نہیں کھاتے تھے اور سونا بھی ترک کر دیتے تھے۔
شرافت صاحب ص۲۶۷ پر شیخ ابوعبداللہ قصیب موصلی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ ایک ماہ زاویہ میں مقیم رہے۔ اس دوران میں کسی شخص نے انھیں کھاتے پیتے، سوتے لیٹتے نہیں دیکھا۔ عبادت و مجاہدہ میں یہ غلو مسلمان کے ہاں بدھوں اور جینیوں سے آیا ہے۔ عہد صحابہؓ میں ایسی مثالیں ڈھونڈے سے نہیں ملتیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز آکل یا ماکول ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے بارے میں مصنف ص۶۵۳ پر لکھتے ہیں کہ انھوں نے چالیس برس عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کی اور ص۶۱۱ پر لکھتے ہیں کہ موصوف کی چار بیویاں اور انچاس بچے تھے۔ ص۶۵۴ پر لکھتے ہیں کہ آپ وقوعِ حدث کے بعد وضو کی بجائے غسل فرمایا کرتے تھے اور ایک شب آپ نے باون بار قضائے حاجت کے بعد وضو کی بجائے دجلہ پر جا کر غسل فرمایا۔ ہم ان تینوں روایتوں میں تطبیق کرنے سے قاصر ہیں۔ جو شخص چالیس برس عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا کرے اس کے ہاں انچاس بچے کیسے پیدا ہوگئے؟ کیا یہی وہ تحقیقی شاہکار ہے جس کیلئے مصنف نے امام بخاریؒ جتنی محنت کی ہے؟ کہاں رام رام کہاں ٹیں ٹیں۔ بخاریؒ کی گردِ پا کو بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

شرافت صاحب ص۶۶۱ پر رقمطراز ہیں کہ شاہ جیلانیؒ کا عمامہ ستّر ہزار دینار کی مالیت کا تھا۔ اگر پورے کا پورا عمامہ سونے کے تاروں سے بنایا جاتا تب بھی اس کی لاگت ستّر ہزار دینار سے کہیں کم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہونی چاہئے تھی۔ اتنا قیمتی عمامہ کس کپڑے سے بنایا جاتا تھا؟

شرافت صاحب ص۲۱ پر تفریح الاولیاء اور انیس القادریہ جیسی مجہول قسم کی کتابوں کے حوالوں سے لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریمؐ نے شب معراج سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ایک بارگاہ عالی میں دو سفید مرغ خوش پیکر دیکھے جو اُڑ کر عرش تک جاتے اور پھر اپنی جگہ واپس آجاتے حضورؐ نے بارگاہ عز اسمہٗ میں ان کے بارے میں استفسار کیا تو جواب ملا کہ ان میں سے ایک مرغ عبدالقادر جیلانیؒ ہیں اور دوسرا مرغ ابا یزید بسطامیؒ ہیں۔ اگلے صفحہ پر مصنف مناقب غوثیہ نام کی کسی بے سند کتاب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ جب جبرئیل امین سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر رُک گئے تو اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی روح حاضر ہوئی اور حضورؐ نے اپنا قدم مبارک ان کے کندھے پر رکھا اور شیخ موصوف انھیں مقام قاب قوسین او ادنیٰ تک لے گئے۔ جب شیخ موصوف پیدا ہوتے تو ان کے کندھے پر حضورؐ کے پائے مبارک کا نشان موجود تھا۔

میرے ایک شاگرد پروفیسر پرویز اقبال بھٹی، ڈگری کالج قصور میں تاریخ پڑھاتے ہیں میں نے شریف التواریخ کے بعض مقامات انھیں دکھائے تو وہ کہنے لگے کہ اگر اس کا انگریزی میں ترجمہ ہو جائے اور اسے اقوام یورپ پڑھ لیں تو اسلام ہدفِ ملامت بن جائے اور مسلمان کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔

شرافت صاحب نے غوث الاعظم کے مقام کو بڑھانے کی غرض سے مقام نبوت کو اتنا گھٹا دیا کہ نبی کریمؐ شب معراج میں غوث الاعظم کے محتاج و ممنون ہو کر رہ گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ کیا یہی وہ "عشقِ رسول" ہے جس کا دعویٰ مجلسِ رضا کے اراکین بانگ دہل کرتے پھرتے ہیں۔ میری حکومتِ پاکستان سے یہ درخواست ہے کہ وہ فوراً اس کتاب کو ضبط کرے اور سختی کے ساتھ مصنف کی ہرزہ سرائیوں کا نوٹس لے۔

شرافت صاحب "احیائے اموات غریق دریا" کے عنوان سے ص۲۳ پر لکھتے ہیں کہ دجلہ میں ایک کشتی جا رہی تھی جس میں دو لہا دلہن اور براتی سوار تھے وہ کشتی ڈوب گئی اور بارہ سال بعد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غوث الاعظم نے دولہا کی والدہ کی استدعا پر اس کشتی کو صحیح وسالم پار لگا دیا۔ اس واقعہ کو سچا ثابت کرنے کے لیے مصنف نے حضرت عزیرؑ کی مثال پیش کی ہے جو سو سال بعد دوبارہ زندہ ہوگئے تھے۔ حضرت عزیرؑ کو اللہ تعالیٰ نے یہ مشاہدہ کروایا تھا کہ وہ تباہ شدہ بستیوں کو دوبارہ کیسے آباد کرتا ہے اور مردہ گدھے کو زندہ کرکے بعث بعد الموت کا یقین دلانا تھا۔ برات کے معاملہ میں ایسا نہیں تھا۔ شہدائے بدر واُحد اور شہدائے بیرِ معونہ کو کسی نے زندہ نہیں کیا۔ حالانکہ ان میں مصعب بن عمیرؓ، سیدنا حمزہؓ، حضرت جعفر طیارؓ اور زید بن حارثہؓ جیسی بزرگ ہستیاں موجود تھیں، جن سے حضورؐ بے حد محبت فرماتے تھے۔ حضرت جعفرؓ کی شہادت پر سرکار دو عالمؐ نے فرمایا کہ اگر میت کیلئے ماتم کا جواز ہوتا تو آپؐ جعفرؓ کے لیے ماتم بپا کرواتے۔ سورۃ المومنون کی آیت ہے: وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ۔ یعنی مرنے والوں اور اس دنیا کے درمیان قیامت تک کے لیے ایک آڑ ہے اور وہ دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِنَّهُمْ اِلَيْهِمْ لَا يَرْجِعُوْنَ۔ لیکن تصوف کی دنیا ہی نرالی ہے۔ یہاں نہ قرآن کے احکام چلتے ہیں اور نہ ہی شریعت کی پروا کی جاتی ہے۔ جو کسی جاہل متصوف کے ذہن میں آتا ہے، لکھ ڈالتا ہے اور پھر اسکے صحیح ہونے پر اصرار کیا جاتا ہے بلکہ اسے عقیدہ بنا لیا جاتا ہے۔ ہمارے پاس ایک ہی کسوٹی ہے، کتاب اللہ، سنت رسول اللہؐ اور آثار صحابہؓ۔ اگر کوئی بات اس معیار پر پوری اُترتی ہے تو وہ صحیح ہے، ورنہ نہیں۔ اگر ہر صوفی کے کشف اور اس کی تحریر پر اعتبار کر لیا جائے تو شریعت بازیچۂ اطفال بن کر رہ جائے۔ آج بعض بدعتی بڑے زور و شور سے یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ ان کے پیر صاحب آج بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے دریافت کرکے یہ بتا سکتے ہیں کہ کونسی حدیث صحیح ہے اور کونسی وضعی۔ دراصل یہ لوگ کشف وکرامت کا سہارا لے کر محدثین کرام کی محنتِ شاقہ، جرح و تعدیل، روایت و درایت اور اسماء الرجال کے پورے مجموعہ کو غارت کرنا چاہتے ہیں۔

(جاری)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وشوا بھارتی یونیورسٹی کے فارسی، عربی اور اردو مخطوطات

عبدالوہاب بدر بستوی، سینٹرل لائبریری وشوا بھارتی یونیورسٹی، شانتی نیکیتن، مغربی بنگال

(برہان، ماہ دسمبر ۱۹۸۲ء سے پیوستہ)

اسی شخص نے اپنی سیاسی فہم و بصیرت کی بنا پر مختلف صوبوں کی گورنری اور بعد میں سپہ سالاری کے
ں منصب کا اعزاز حاصل کیا۔ بہمہ خوبی فتنہ پردازی میں بھی یکتائے روزگار تھا۔ نور جہاں، اس کے
ی آصف خاں اور جہانگیر کے مابین ایسی ریشہ دوانیوں کا موجب ہوا جس کے بُرے اثرات
ر جہانگیری میں خانہ جنگی پر منتج ہوئے۔ یہ اہم حادثہ ۱۰۳۵ھ/۱۶۲۵ء میں پیش آیا جس کی تفصیل تزک جہانگیری
۲ تا ص۴۲۲، اقبال نامہ جہانگیری ص۲۵۲ تا ۲۷۱ اور مآثر الامراء جلد سوم ص۳۹۲ تا ص۳۹۶ ملاحظہ
ہا سکتی ہے۔ غرضیکہ یہ عظیم سپہ سالار ۱۰۴۴ھ/۱۶۳۴ء میں بمقام برہان پور انتقال کر گیا۔ جسے وصیت کے
ابق دہلی میں لا کر شاہ مرداں کی قبر کے پاس دفن کیا گیا[۱]۔ عبدالحمید لاہوری (متوفی ۱۰۶۵ھ/۱۶۵۵ء)
عدد اطلاعات کے مطابق مہابت خاں کے چار لڑکے خانزمان (امان اللہ حسینی)، لہراسپ،
ناسپ اور دلیر ہمت نام کے تھے جن میں سے خانزماں ہی تاریخ میں سب سے نمایاں ہیں۔ باقی
ی کچھ نہ کچھ خصوصیت کے مالک تھے اور عہد شاہجہانی میں مختلف مناصب سے نوازے بھی گئے تھے[۲]۔

سترہویں جلوس جہانگیری (۱۰۳۱ھ/۱۶۲۱ء) میں جبکہ مہابت خاں کابل کے گورنر تھے اور جہانگیر
سے اپنی حضور میں طلب کیا تو امان اللہ حسینی کو پہلی بار باپ کی جگہ کابل کی گورنری، منصب

۱۔ مآثر الامراء جلد سوم ص ۴۰۷۔

۲۔ بادشاہ نامہ جلد اوّل ص ۲۹۳ - ۳۰۳ - ۳۲۵ اور جلد دوم ص ۷۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سہ ہزاری وخطاب خانہ زاد خان سے عزت بخشی۔ اور بیستم جلوس (۱۰۳۴ھ) میں بنگالہ
گورنری تفویض ہوئی۔ پھر جب شاہجہاں اورنگ شاہی پر جلوہ گر ہوا تو اس سال امان اللہ
لاہور میں تھے۔ لاہور سے جب دارالسلطنت میں آئے تو شاہجہاں نے منصب پنجہزاری
سوار وخطاب خانزمان اور مالوہ کی صوبیداری مرحمت فرمائی۔ پھر اسی سال جب ان کے والد
مہابت خاں کو دکن کی صوبہ داری عنایت کی تو امان اللہ کو مالوہ سے بلوا کر والد کا نائب بنا
دکن بھیجدیا گیا۔ عہد جہانگیری اور شاہجہانی میں موصوف کی متعدد سیاسی اور جنگی خدمات بھی کتب
تواریخ فارسی میں مذکور ہیں۔ جن میں سے دو کارنامے نہایت ہی اہم ملتے جاتے ہیں۔ پہلا جنگی کارنامہ
عہد جہانگیری میں ظہور پذیر ہوا جبکہ سرحد خراسان اور قندھار و غزنین کے کچھ سماج دشمن عناصر
قزاق اس طرح طوفان بپا کیے ہوتے تھے کہ باشندگان مقامات مذکور عاجز و پریشان ہو
امان اللہ حسینی جب فریادی ہوتے تو انھوں نے اپنی پوری فوجی جمعیت کے ساتھ فتنہ پرور
اور قزاقوں کو تہ تیغ کر کے ان تمام آماجگاہ شر و فساد میں امن و سکون اور اطمینان کی فضا قائم کی
اور دوسرا اہم کارنامہ بعہد شاہجہاں ~~۱۰۴۶ھ~~ ۱۶۳۶ء میں دکن میں پیش آیا جہاں کے راجہ ساہو کی باغیا
سرگرمیوں کو فرو کرنے کے لیے موصوف کو متعین کیا گیا اور جس میں اپنی جانبازیوں سے فتح و ظفر
کی سرخروئی حاصل کی۔ اسی سال (۱۰۴۶ھ ۱۶۳۶ء میں) بمقام بالاگھاٹ (دکن) امان اللہ حسینی اپنے
مالک حقیقی سے جا ملے۔

موصوف نے اپنی سیاسی ذمہ داریوں کو جس خوش اسلوبی سے ادا کیا اسی طرح آپ کے
علمی کارنامے بھی اہل علم کے استفادہ کے لیے رہتی دنیا تک یادگار ہیں۔ پیش نظر رقعات
کے علاوہ ذیل کی کتب مشہور زمانہ ہیں:

لہ اقبالنامہ جہانگیری، ص ۱۹۵ مصنفہ معتمد خان بخشی (محمد شریف) متوفی ۱۰۴۹ھ ۱۶۳۹ء

لہ یہ وہ علاقہ مراد ہے جو برار کے جنوب اور دولت آباد کے مشرق میں پان گنگا ندی سے گوداوری ندی تک پھیلا ہوا تھا اور
میں اسے کچھ عرصہ کے واسطے صوبہ تلنگانہ میں ضم کردیا گیا تھا۔ (بحوالہ تاریخ ہند جلد سوم ص ۱۴۱ مصنفہ مولوی سید
فرید آبادی)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

- تاریخ عام
- گنج باد آورد (متعلق ہندوستانی کاشتکاری)
- چہار عنصر دانش (عربی فارسی لغت)
- دیوان (شعری مجموعہ)
- اُم العلاج (طبی کتاب جو جلاب اور مسہل پر ہے)

اولاد میں صرف ایک لڑکے مسمّیٰ شکراللہ تھے، جن کو شاہجہاں نے باپ کی زندگی ہی میں مختلف مناصب اور اعزاز سے نواز دیا تھا۔

تحفۃ السلطانیہ مصنف حسن بن گل محمد، صفحات ۲۶، کاتب اور تاریخ کتابت مذکور نہیں۔ کتابت نستعلیق۔ ٹائٹل صفحہ پر "الجزء الاول کتاب اول نامہ من تصنیف حسن بن محمد" تحریر شدہ ہے۔ جس سے نسخہ کے نامکمل ہونے کی اطلاع ملتی ہے۔ اس کمی کے علاوہ دیباچہ بیان اور آخر کے کچھ اوراق نہیں ہیں۔ یہ نسخہ فن انشاء اور املا کے موضوع پر ہے جس میں تین ابواب ذیل پائے جاتے ہیں:

باب اول مکتوبات، باب دوئم در احکام سلاطین، باب سیوم در مکاتبات شرعیہ۔

نسخہ ہذا کے سلسلے میں مسٹر ڈبلیو۔ ایوانو (W. Ivanow) نے مسٹر بلوچیٹ (Blochet) کا ذکر کیا ہے کہ مصنف نے اپنی اس تصنیف کو شاہزادہ شاہجہاں کے نام سے معنون کیا ہے۔[۵]
اس اطلاع سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ جہانگیر کے عہد حکومت میں مرتب ہوا تھا۔ اس سے زیادہ تصنیف اور اس کے مصنف کے متعلق کوئی علم کہیں سے فراہم نہیں ہوا۔ مخصوص سال تصنیف کے بارے میں مسٹر ایتھے اور ایوانو دونوں ہی نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ یہ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری کے سبحان کلیکشن میں بھی موجود ہے۔

---

۵ کٹلاگ فارسی قلمی ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ۔ جلد اول ص ۱۸۰۔

© rasailojaraid.com

سہ ہزاری وخطاب خانہ زادخان سے عزت بخشی[1]۔ اور بیستم جلوس (۱۰۳۴ھ/۱۶۲۴ء) میں بنگال کی گورنری تفویض ہوئی۔ پھر جب شاہجہاں اورنگ شاہی پر جلوہ گر ہوا تو اس سال امان اللہ خان [illegible] لاہور میں تھے۔ لاہور سے جب دارالسلطنت میں آئے تو شاہجہاں نے منصب [illegible] ہزاری [illegible] سوار وخطاب خانزمان اور مالوہ کی صوبیداری مرحمت فرمائی۔ پھر اسی سال جب ان کے والد مہابت خاں کو دکن کی صوبہ داری عنایت کی تو امان اللہ کو مالوہ سے بلوا کر والد کا نائب بنا کر دکن بھیجا گیا۔ عہد جہانگیری اور شاہجہانی میں موصوف کی متعدد سیاسی اور جنگی خدمات بھی کتب تواریخ فارسی میں مذکور ہیں۔ جن میں سے دو کارنامے نہایت ہی اہم ملنے جاتے ہیں۔ پہلا جنگی کارنا(مہ) عہد جہانگیری میں ظہور پذیر ہوا جبکہ سرحد خراسان اور قندھار و غزنین کے کچھ سماج دشمن عناصر او(ر) قزاق اس طرح طوفان بپا کیے ہوئے تھے کہ باشندگان مقامات مذکور عاجز و پریشان ہو گ(ئے)۔ امان اللہ حسینی جب فریادی ہوئے تو انھوں نے اپنی پوری فوجی جمعیت کے ساتھ فتنہ پرور(وں) اور قزاقوں کو تہ تیغ کرکے ان تمام آماجگاہ شر و فساد میں امن و سکون اور اطمینان کی فضا قائم (کی)۔ اور دوسرا اہم کارنامہ بعہد شاہجہاں (۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء) میں دکن میں پیش آیا جہاں کے راجہ ساہو کی با(غیانہ) سرگرمیوں کو فرو کرنے کے لیے موصوف کو متعین کیا گیا اور جس میں اپنی جانبازیوں سے فتح کی سرخروئی حاصل کی۔ اسی سال (۱۰۴۶ھ/۱۶۳۶ء میں) بمقام بالاگھاٹ[2] (دکن) امان اللہ حسینی مالک حقیقی سے جا ملے۔

موصوف نے اپنی سیاسی ذمہ داریوں کو جس خوش اسلوبی سے ادا کیا اسی ط(رح) علمی کارنامے بھی اہل علم کے استفادہ کے لیے رہتی دنیا تک یادگار ہیں۔ بیشتر نظ(م) کے علاوہ ذیل کی کتب مشہور زمانہ ہیں:

---

[1] اقبالنامہ جہانگیری ص ۱۹۵ مصنفہ معتمد خان بخشی (محمد شریف) [illegible]

[2] یہ وہ علاقہ مراد ہے جو برار کے جنوب اور دولت آباد کے مشرق میں ہے [illegible] میں اسے کچھ عرصہ کے واسطے صوبہ تلنگانہ میں ضم کر دیا گیا تھا۔ [illegible] فریدآبادی)

© rasailojaraid.com

- تاریخ عام
- گنج بادآورد (بتعلق ہندوستان کا شتکاری)
- چہار عنصر دانش (عربی فارسی لغت)
- دیوان (شعری مجموعہ)
- اُم العلاج (طبی کتاب جو جلاب اور مسہل پر ہے)

اولاد میں صرف ایک لڑکے مسمیٰ شکر اللہ تھے، جن کو شاہجہاں نے باپ کی زندگی ہی میں مختلف مناصب اور اعزاز سے نواز دیا تھا۔

تحفۃ السلطانیہ

مصنف حسن بن گل محمد، صفحات ۲۶، کاتب اور تاریخ کتابت مذکور نہیں۔ کتابت نستعلیق۔ نامکمل صفحہ پر "الجزء الاوّل کتاب اول نامہ من تصنیف حسن بن گل محمد" تحریر شدہ ہے۔ جس سے نسخہ کے نامکمل ہونے کی اطلاع ملتی ہے۔ اس کمی کے علاوہ درمیان اور آخر کے کچھ اوراق نہیں ہیں۔ یہ نسخہ فن انشاء اور املا کے موضوع پر ہے جس میں تین ابواب ذیل پائے جاتے ہیں:

باب اول مکتوبات، باب دویم در احکام سلاطین، باب سیوم در مکاتبات شرعیہ۔

نسخہ ہذا کے سلسلہ میں مسٹر ڈبلیو۔ اوانو (W. Ivanow) نے مسٹر بلوچیٹ (Blochet) کا ذکر کیا ہے کہ مصنف نے اپنی اس تصنیف کو شاہزادہ شاہجہاں کے نام سے معنون کیا ہے[۵]۔ اطلاع سے صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ نسخہ جہانگیر کے عہد حکومت میں مرتب ہوا تھا۔ اس سے زیادہ ... اور اس کے مصنف کے متعلق کوئی علم کہیں سے فراہم نہیں ہوا۔ مخصوص سال تصنیف کے ... میں مسٹر ... اور اوانو دونوں ہی نے لاعلمی کا اظہار کیا ہے۔ یہ نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی ... کلکتہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی لائبریری کے سبحان کلیکشن میں بھی موجود ہے۔

... کیٹلاگ فارسی قلمی ایشیاٹک سوسائٹی لائبریری کلکتہ۔ جلد اول ص ۱۰۰۔

© rasailojaraid.com